OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

پاکستان کے دینی مدارس میں رائج طریق تدریس کا ابن خلدون کے نظریہ تعلیم کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Teaching Methods Prevalent in Religious Schools of Pakistan in the Light of Ibn Khaldun's Theory of Education

Muhammad Yaseen

M phil scholar, Department Uloom Islamia, Bahauddin Zakariya University, Multan

Muhammad Bilal

M phil scholar, Department Uloom Islamia, Bahauddin Zakariya University, Multan

Abstract

Khaldun's philosophy of education. Ibn Khaldun emphasized that education should be gradual, student-centered, and balanced between rational and transmitted sciences. He highlighted the importance of moral, spiritual, and practical training, while condemning rote memorization and physical punishment. In contrast, the madrasa system in Pakistan primarily focuses on transmitted sciences and memorization, often neglecting modern sciences and practical skills. The comparative analysis shows that integrating Ibn Khaldun's approach—such as gradual learning, practical experience, inclusion of rational sciences, and a student-friendly environment—can reform madrasa education. Such reforms would not only strengthen moral

CC BY

and spiritual foundations but also enable graduates to contribute effectively to social, cultural, and economic development.

Keywords: Ibn Khaldun, Tarikh Ibn Khaldun, sociology, law, geography, education, human nature, teaching methods, religious seminaries, Pakistan, social development

تمہید

دنیا کے پردے پر کئی ایسے لوگ نمودار ہوئے جو شہرت کے آسمان پر سورج بن کر چمکے لیکن کتنے ایسے ہیں جن کی کرنیں اب بھی نور افشاں ہیں؟ وہ لوگ یقیناً خوش نصیب ہیں جنہیں شہرت دوام کے فلک الافلاک پر چمکنا نصیب ہوا ہے اور ایک دنیا ان کے کمالات کی معترف ہے۔ آسمان شہرت کا یہ درخشندہ ستارہ ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن خلدون ولی الدین الحضری الاشبیلی المالکی ہے۔ آپ 732ھ یکم رمضان کو تیونس میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل عبدالرحمن، والد کا نام محمد، آپ کی کنیت ابوزید اور لقب ولی الدین تھا۔ آپ کا وصال 21 رمضان المبارک 808ھ مطابق 16 مارچ 1406ء کو قاہرہ مصر میں ہوا۔ آپ نے 74 سال کی نسبتاً طویل عمر پائی۔ جس میں یورپ، افریقہ اور ایشیاء کے بہت سے ممالک کی سیر کی اور ان کی سیاست میں عملاً حصہ لیا۔ افسوس کہ آج تک آپ کی قبر کی خبر کسی کو نہ ہو سکی۔[1] ابن خلدون کے مقدمے اور ان کی تاریخ میں کئی ایک تصورات و نظریات ملتے ہیں جن میں نظریہ تاریخ، نظریہ عمرانیات، نظریہ ریاست، نظریہ عصبیت، نظریہ سیاست، نظریہ تعلیم، نظریہ خلافت، نظریہ ماحول، تصور جغرافیہ، تصورِ قانون، تصورِ علوم، تصور معاشیات اور نظریہ تضاد وغیرہ نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ ابن خلدون تعلیم کے عمل کو فطرتِ انسانی کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں۔ تعلیم کے حصول کو ہر فرد کے فطری تقاضے کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ وہ علمِ معرفت کو بنیادی اور اصل علم سمجھتے ہیں جو حقیقتوں کو آشکار کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ ابن خلدون نے علوم کے تمام شعبوں کو مندرجہ ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1. **طبعی علوم:**

ایسے علم جن کی بنیاد فکر پر قائم ہوتی ہے یعنی انسان اپنی دینی و فکری صلاحیتیں استعمال کر کے ان میں مہارت حاصل کرتا ہے جیسا کہ فلسفہ، منطق، طب، طبعیات، موسیقی وغیرہ۔

2. **نقلی علوم:**

ایسے علوم جو کسی واضح ذریعے سے انسان تک پہنچتے ہیں جن کی بنیاد خصوصی طور پر نقل و روایت کے ساتھ جُڑی ہوتی ہے جیسا کہ قرأت، تفسیر، حدیث، فقہ، لغت، تصوف وغیرہ۔

ابن خلدون کے نزدیک بہترین طریقہ تدریس وہ ہے جس کے ذریعے مختلف علوم کو آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ طلبا میں منتقل کیا جاتا ہے اور تعلیم و تدریس کے دوران وقفے طویل ہونے کی بجائے مناسب ہونے ضروری ہیں تاکہ تعلیم کا تسلسل قائم رکھا

جائے۔[2] ابن خلدون کے ہاں تمدن اور علوم کا سیکھنا طبعی ہے۔ وہ علم کو ایک صفت قرار دیتے ہیں وہ حصولِ علم کے حوالے سے سفر کو اہمیت دیتے ہیں۔ مختلف علوم میں انہوں نے علم کلام، علمِ تصوف، علمِ تعبیر، علمِ ہیئت، علمِ منطق، علمِ طب، علمِ کیمیا، علمِ اعداد، علمِ ہندسہ اور الجبرا وغیرہ پر بات کی ہے۔ ابن خلدون نے توہم پرستی اور غیر فطری واقعات کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور سائنسی طریقہ کار کو اپنے مقدمے کے ذریعے رواج دیا ہے۔ تعلیم لکھنے اور پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو زندگی گزارنے کے طریقوں کا شعور دیتا ہے۔ تعلیم ذہنی، جسمانی اور اخلاقی تربیت کا نام ہے۔ تعلیم و تربیت کے ذریعے انسان میں وہ اعلیٰ صفات پیدا کی جاسکتی ہیں کہ وہ نہ صرف خود ایک اچھا انسان بن سکے بلکہ اپنے ملک اور معاشرے کے لیے مفید کارآمد فرد ثابت ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل فرمائی گئی اس میں تعلیم سے ابتداء کی گئی۔ اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور قرآن پاک کی پہلی آیت جو اللہ تعالیٰ سے آپ پر نازل فرمائی۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝[3] ترجمہ: ”اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا“ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دے کر اسے علم و عقل سے نوازا۔ علم کے ذریعے ہی انسان کے لیے ساری کائنات مسخر کر دی گئی ہے۔ علم ہی کی وجہ سے انسان کو باقی مخلوقات پر شرف حاصل ہے۔ مسلمان کے لیے تعلیم حاصل کرنا نہ صرف ایک واجب الادا فریضہ ہے بلکہ اس فریضے کی بڑی اہمیت و فضیلت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ[4]

ترجمہ: ”اللہ تم میں سے ایمان والوں اور اہلِ علم کے درجات بلند کرے گا“

علم کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

علم عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ باب علم یعلم سے مصدر ہے اور اس کا مادہ ع، ل، م ہے۔ عربی زبان میں علم یعلم کسی چیز کو کماحقہ جاننا، پہچاننا، حقیقت کا ادراک کرنا، یقین حاصل کرنا، محسوس کرنا اور محکم طور پر معلوم کرنا۔[5] امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لفظ تعلیم کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کسی چیز کی حقیقت کا ادراک کرنا اور یہ دو قسم پر ہے۔ اول یہ کہ کسی چیز کی ذات کا ادراک کرلینا، دوم ایک چیز پر کسی صفت کے ساتھ حکم لگانا“[6] المنجد میں عبد الحفیظ علم کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”علم کا معنی ادراک ادراک الشي بحقيقة (کسی شے کی حقیقت کو جان لینا) اور الیقین والمعرفة (یقین اور معرفت) ہے “لفظ علم کا اردو ترجمہ جاننا، واقفیت، آگاہی حاصل کرنا کہا گیا ہے۔ امام غزالی تعلیم کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: معرفة العلوم علي ماهوبه[7] ترجمہ: ”کسی شے کو اس حقیقت و ماہیت کے حوالے سے جس پر وہ قائم ہو پہچان لینا علم ہے“ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نزدیک تعلیم کی تعریف یوں ہے: ”علم وہ نور ہے جو شے اس کے دائرہ میں آگئی منکشف ہو گی اور جس سے متعلق ہو گیا اس کی صورت ہمارے ذہن میں مرتسم ہو گئی“[8]

ابن خلدون کا نظریہ تعلیم

ابن خلدون کے نظریہ تعلیم کو تعلیمی حلقوں میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ابن خلدون کے مطابق طلباء کو معلومات یا تعلیم ان کی قابلیت اور قوتِ جذب کے مطابق دی جائے اور جس طرح طلباء میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اسی مناسبت سے انہیں سمجھانا چاہیے۔ ابن خلدون کے نظریہ تعلیم کے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

علم کی اقسام:

ابن خلدون علم کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔

1. نقلی علوم: دینی علوم جیسے قرآن، حدیث، فقہ ار علم عقائد
2. عقلی علوم: فلسفہ، منطق، ریاضی اور طبعی علوم[9]

تعلیم کا مقصد

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کا مقصد انسانی ذہن کی تربیت، اخلاق کی اصلاح اور معاشرتی ترقی کے لیے انسان کو تیار کرنا ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم صرف معلومات کا حصول نہیں بلکہ ایک ایسا عمل ہے جو انسان کو عقل، حکمت اور تجربے سے مزین کرتا ہے تاکہ وہ دنیاوی اور دینی معاملات میں بہتر فیصلے کر سکے۔ ابن خلدون تعلیم کو تہذیب و تمدن کا بنیادی عنصر قرار دیتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ تعلیم کا مقصد انسان کو معاشرتی زندگی کے لیے تیار کرنا، اخلاقی اقدار کو پروان چڑھانا اور انسانی شخصیت کو مکمل طور پر نکھارنا ہے، ان کے مطابق تعلیم کا تعلق صرف ظاہری علوم (جیسے ریاضی، فلسفہ اور سائنس) سے نہیں بلکہ باطنی علوم (جیسے روحانیت اور اخلاقیات) سے بھی ہے۔ ابن خلدون تعلیم کو انسان کی ذہنی، اخلاقی اور عملی تربیت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ تعلیم کی شروعات میں آسان اور بنیادی تصورات سکھائے جائیں اس کے بعد پیچیدہ موضوعات کی طرف بڑھا جائے۔[10]

عملی اور نظریاتی علم کا توازن:

ابن خلدون کے فلسفہ تعلیم میں عملی اور نظریاتی علم کے توازن کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم صرف نظریاتی معلومات کے حصول کا نام نہیں بلکہ عملی تجربات کے ذریعے اس علم کو زندگی کے مختلف پہلوؤں میں استعمال کرنے کی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک کامیاب اور متوازن تعلیم وہی ہے جو نظریاتی علم کو عملی زندگی کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ کرے۔ ابن خلدون کے نزدیک نظریاتی علم وہ ہے جو کتابوں، استادوں اور مباحث کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ علم فہم، عقل اور ذہنی تربیت فراہم کرتا ہے اور انسان کو علوم کے بنیادی اصولوں اور نظریات سے روشناس کراتا ہے۔

دینی مدارس کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

"دینی" یہ لفظ "دین" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "مذہب" یا "اللہ کا راستہ"۔ "دینی" کا مطلب ہے "مذہبی" یا "اسلامی" مدارس یہ لفظ "مدرسہ" کی جمع ہے جو عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا معنی ہے "تعلیمی ادارہ" یا "تعلیم دینے کی جگہ" دینی مدارس کا لغوی معنی ہے مذہبی "تعلیمی ادارے" یا "ایسے ادارے جہاں دینِ اسلام کی تعلیم دی جاتی ہو"[11] دینی مدارس کا اصطلاحی مفہوم وہ تعلیمی ادارے ہیں جہاں خاص طور پر اسلام کی تعلیمات اور علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ ان مدارس میں قرآن و حدیث، فقہ، تفسیر، عربی زبان اور دیگر اسلامی موضوعات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دینی مدارس کا مقصد طلباء کو اسلامی عقائد، عبادات، اخلاقیات اور معاشرتی اصولوں سے آگاہ کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ دین کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔

پاکستان کے دینی مدارس کا تعارف

دار العلوم دیوبند

مسلمانوں کا ایک طبقہ تھا جنہوں نے محسوس کیا کہ ہندوستان میں اسلام کا چمن اجڑنے والا ہے اور ایسا نہ ہو کہ یہاں سپین کی تاریخ دہرائی جائے۔ اس لیے چند نفوس قدسیہ نے محسوس کیا کہ علوم نبوت اور دینی سرمائے کو بچایا جائے۔ انہوں نے سوچا کہ ہندوستان میں بقائے دین کی صورت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعے تعلیم و تربیت کے راستے سے مسلمانوں کی بقا کا ساماں کیا جائے۔ یہ ایک بہت بڑی تجویز تھی اور بہت عظیم کام تھا جس کے لیے چند درویش صفت انسانوں نے عزم و ہمت کر کے درس گاہ کے قیام اور توسیع کا سہرا "مولانا قاسم نانوتوی" کے سر پر رکھا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس دارالعلوم کی بنیادوں کو وسیع کیا۔ اس مدرسہ کا قیام ۳۱ مئی ۱۸۶۶ء (۱۵۸ سال قبل) قائم ہوا تھا۔ اس کو پورے برصغیر کے لیے مرکزِ تعلیم بنادیا، یہاں سے ہزاروں پیاسوں کی علمی تشنگی کو سیرابی ملی۔ اس مدرسہ کے پہلے استاد محمود دیوبندی مقرر ہوئے تھے اور محمود حسن دیوبندی پہلے طالب علم تھے جنہوں نے مدرسہ میں داخلہ لیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند عالمِ اسلام کا مشہور دینی و علمی مرکز ہے۔ دار العلوم دیوبند سے ہر دور میں ایسے باکمال فضلاء تیار ہو کر نکلے جنہوں نے وقت کی دینی ضرورت کے تقاضوں کے مطابق صحیح دینی عقائد اور علومِ دینیہ کی نشر و اشاعت کی گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دار العلوم دیوبند نہ صرف برصغیر بلکہ تمام دنیائے اسلام میں مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے ایک بے نظیر درس گاہ سمجھی جاتی رہی ہے۔ دینی علوم و فنون کا کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جو اپنی قدامت، مرجعیت و مرکزیت اور طلبہ کی کثرت کے لحاظ سے اتنی اہمیت رکھتا ہو جتنی دار العلوم دیوبند کو دنیائے اسلام میں حاصل ہے۔[12]

ندوۃ العلماء

علی گڑھ کے مغربی تعلیم یافتہ طبقے اور دیوبند کے مشرقی علوم کے ورثا کے درمیان مفاہمت کی غرض سے ندوۃ العلماء کا ادارہ وجود میں آیا۔ سرزمین لکھنؤ میں ۱۸۹۴ء (یا ۱۳۲۱ھ) میں سید محمد علی کانپوری کے مبارک ہاتھ سے اس علمی، تعلیمی، دینی اور

تبلیغی مرکز کی بنیاد رکھی گئی۔ مولانا شبلی اور مولانا عبدالحق نے اس کے قواعد وضوابط مرتب کئے۔ ادارے کے مندرجہ ذیل اہم مقاصد تھے:

1. نصاب تعلیم کی اصلاح کرنا، علوم دین کی ترقی، تہذیب اخلاق اور شائستگی اطوار جیسی خوبیاں طلبا میں پیدا کرنا۔
2. ایک عظیم الشان دارالعلوم کا قیام عمل میں لانا جس میں علوم وفنون کے علاوہ ٹیکنیکل تعلیم کا اہتمام بھی کرنا۔
3. محکمہ افتاء کا قیام عمل میں لانا۔

یہ تعلیمی ادارہ پوری دنیا سے مسلم طلبہ کی ایک بڑی تعداد کا مرجع ہے۔ ندوۃ العلماء نے حنفی، شافعی اور اہل سنت والجماعت کے مسالک کے علماء وطلبہ کی ایک بڑی تعداد کو تیار کیا ہے۔ یہ ادارہ مکمل طور پر عربی زبان میں اسلامی علوم کی تعلیم دیتا ہے۔[13]

جامعہ اسلامیہ مرکز العلوم

جامعہ اسلامیہ مرکز العلوم کی ابتدا دراصل ایک مکتب کی شکل میں ہوئی تھی پھر ۱۹۴۵ء میں جب "انجمن تبلیغ اسلام" کا قیام عمل میں آیا تو وہ مکتب انجمن کے زیر نگرانی آگیا اور انجمن نے اس مکتب کو عربی مدرسہ میں تبدیل کرکے اس کا نام "مدرسہ عربیہ اسلامیہ" رکھا۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۴۶ء کو محمد اسماعیل کٹکی اس مدرسے کے صدر منتخب کئے گئے۔ ۱۹۸۷ء میں سید سراج الساجدین قاسمی نے مدرسہ عربیہ اسلامیہ سے منتقل کرکے مدرسے کا نام "مرکز العلوم مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ مرکز العلوم" کے نام سے رجسٹرڈ ہے۔ جامعہ مرکز العلوم اسلامیہ ایک اہم تعلیمی ادارہ ہے جو اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارے کا مقصد دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیمات فراہم کرنا ہے۔ جو ان کی زندگیوں میں روحانیت، اخلاقی اقدار اور عملی مہارتوں کا امتزاج ہو۔

جامعہ اشرف المدارس

جس کا پورا نام جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس ہے جو ملتان روڈ اوکاڑہ پنجاب پاکستان پر واقع ہے۔ یہ ایک بڑی دینی درسگاہ ہے۔ یہ درسگاہ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے ساتھ ملحق ہے جس کے بانی غلام علی القادری اوکاڑوی رہے ہیں۔ جامعہ اشرفی المدارس پاکستان کا ایک اہم دینی تعلیمی ادارہ ہے۔ اس جامعہ کی بنیاد اسلامی تعلیمات کی ترویج، دینی علوم کی تدریس اور امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے رکھی گئی تھی۔ جامعہ کا مقصد قرآن وحدیث کی تعلیم، فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت فراہم کرنا ہے۔

جامعہ دارالعلوم کراچی

جامعہ دارالعلوم ایک مشہور دینی تعلیمی ادارہ ہے جس کو سابق مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نے قائم کیا تھا۔ جامعہ دار العلوم کراچی ایک وسیع و عریض دینی درسگاہ ہے جس میں بیک وقت ہزاروں طلبہ پڑھتے ہیں۔ دار الافتاء میں مسائل کا حل بتایا جاتا ہے، یہاں ہر طرح کے دینی مسائل بشمول معاشی (Economics) مسائل انتہائی عرق ریزی سے حل کیے جاتے ہیں۔ دن میں تقریباً ایک سو فتاویٰ جاری ہوتے ہیں، اس کے ناظم مفتی عبدالرؤف صاحب ہیں۔ دارالعلوم کراچی دینی علوم کے

ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے بھی مواقع فراہم کرتا ہے۔ جہاں مختلف شعبہ جات جیسے کہ معاشیت، مالیات اور قانون کے متعلق بھی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ طلباء جدید دور کے چیلنجز سے بخوبی نمٹ سکیں۔[14]

جامعہ حفصہ

پاکستان کے دار الحکومت اسلام آباد میں یہ مدرسہ واقع ہے۔ یہ مدرسہ ۱۹۹۲ء میں مولانا عبد اللہ غازی نے قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ خواتین اور بچیوں کے لیے دینی تعلیم فراہم کرتا ہے اور پاکستان کے اسلامی تعلیمی نظام کا ایک حصہ ہے۔ جامعہ حفصہ میں ہزاوں طالبات کو تعلیم دی جاتی ہے۔ جامعہ حفصہ قرآن، حدیث، فقہ اور اسلامی تاریخ کی تعلیم فراہم کرتا ہے۔ اس مدرسے میں خواتین اور بچیوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ اسلامی طرزِ زندگی، پردے کے احکامات اور اخلاقی تعلیمات پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے طالبات کو معاشرتی و مذہبی ذمہ داریوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ جامعہ حفصہ پاکستان کے دینی مدارس میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ خاص طور پر خواتین کے دینی تعلیم کے فروغ میں اس کا کردار اہم ہے۔[15]

جامعہ نور القرآن البنات

جامعہ نور القرآن البنات پاکستان میں خواتین کے لیے قائم کردہ ایک اہم دینی ادارہ ہے جو خواتین اور بچیوں کو دینی علوم، اخلاقی تربیت اور اسلامی شعائر کی تعلیم فراہم کرتا ہے۔ اس ادارے کی بنیاد خواتین کی دینی ضروریات اور ان کی تربیت کے پیش نظر رکھی گئی تاکہ وہ اسلامی اقدار کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جامعہ نور القرآن البنات میں قرآن، حدیث، فقہ، اسلامی تاریخ اور دیگر دینی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں پر حفظ القرآن اور تفسیر القرآن کے کورسز بھی فراہم کیے جاتے ہیں۔ جامعہ نور القرآن البنات نہ صرف دینی تعلیم فراہم کرتا ہے بلکہ عصری تعلیم کی اہمیت کو بھی سمجھتا ہے۔ یہاں جدید تعلیم کے مضامین جیسے کہ اردو، انگریزی اور حساب وغیرہ بھی پڑھائے جاتے ہیں۔ جو انہیں معاشرتی ترقی میں بہتر کردار ادا کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ قاسم

جامعہ اسلمیہ قاسم ایک معروف دینی تعلیمی ادارہ ہے جو پاکستان کے مختلف شہروں میں قائم کیا گیا ہے۔ اس ادارے کی بنیاد ۲۰ویں صدی میں رکھی گئی۔ اس ادارے کے بانی علماء دیوبندی مکتبہ فکر کے اصولوں کے مطابق اس کی تنظیم و تعلیم کا اہتمام کیا۔ اس جامعہ کا نام "قاسم" دار العلوم دیوبند کے بانی مولانا قاسم نانوتوی کے نام پر رکھا گیا ہے۔ جامعہ اسلامیہ قاسم کا مقصد قرآن، حدیث، فقہ، تفسیر اور عربی زبان کی اعلیٰ معیار کی تعلیم فراہم کرنا ہے۔ جامعہ کے نصاب میں حفظ القرآن، تفسیر القرآن، اصول حدیث اور فقہ شامل ہے۔ جامعہ قاسم عصری تعلیم کی اہمیت کو بھی سمجھتا ہے اور جدید مضامین کو بھی شامل کرتا ہے۔ یہاں انگریزی، ریاضی اور کمپیوٹر سائنس جیسے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔[16]

دار العلوم حقانیہ

دارالعلوم حقانیہ ایک مسلم دینی درسگاہ ہے۔ یہ مدرسہ پاکستان کی تاریخ میں سب سے پہلا مدرسہ ہے اور یہ اس وقت پاکستان کی سب سے بڑی اسلامی تعلیم کی درسگاہ ہے۔ اسے ۱۹۴۷ء میں مولانا عبدالحق جو پاکستان سیاست دان نے قائم کیا۔ دارالعلوم حقانیہ میں حفظ القرآن اور تجوید، حدیث، فقہ، تفسیر اور عربی ادب اور نحو وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبہ کو معاشرتی اخلاقیات اور اسلامی اقدار کی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں ہزاروں طلبہ کو مفت تعلیم، رہائش اور کھانا فراہم کیا جاتا ہے۔

جامعہ نصرت العلوم

اس کی بنیاد ۱۹۵۲ء میں مولانا صوفی عبدالحمید واتی نے رکھی۔ یہ مدارس پاکستان کے معروف اور قدیم دینی مدارس میں سے ہے۔ جامعہ نصرت العلوم میں مختلف علوم حفظ القرآن، تجوید، درسِ نظامی، حدیث اور فقہی مسائل میں مہارت حاصل کرنے کے لیے تربیت دی جاتی ہے۔ اس جامعہ میں اجتماعات، کانفرنسز اور سیمینار کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جہاں دینی مسائل پر گفتگو اور رہنمائی فراہم کی جاتی ہے۔ یہ مدرسہ پاکستان کے تعلیمی و دینی میدان میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ [17]

جامعہ نعمانیہ دارالعلوم

جامعہ نعمانیہ پاکستان کا ایک معروف دینی تعلیمی ادارہ ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ کی نسبت نعمانیہ کہلاتا ہے۔ ۱۸۸۷ء بمطابق ۱۳۰۵ھ میں بنیاد رکھی۔ یہ ادارہ قرآن و حدیث، فقہ، تفسیر اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کرتا ہے۔ یہ جامعہ غریب اور نادار طلبہ کو وظائف فراہم کرتا ہے تاکہ وہ بہترین تعلیم حاصل کر سکیں۔ [18]

پاکستانی دینی مدارس میں طریق تدریس اور نصاب

اسلامی مدرسوں اور درس کے حلقوں میں بڑے طلبہ کو نہ صرف علوم کے انتخاب کا اختیار حاصل تھا بلکہ انہیں اپنے استاذوں کے انتخاب کی بھی آزادی حاصل تھی وہ جس استاد کو پسند کرتے اس کے درس کے حلقہ میں شریک ہو کر تعلیم جاری رکھتے تھے۔

اساتذہ کا انتخاب

اساتذہ کا انتخاب میں انہیں چند امور کا مشورہ دیا جاتا تھا۔ مثلاً ان کا فرض تھا کہ وہ خود وقت نظر سے مختلف استاذوں کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے اپنے لیے کسی کو منتخب کریں، اس انتخاب میں اہل علم دوستوں اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کریں؟ اساتذہ کی علمی استعداد کے علاوہ ان کے زہد، تقویٰ اور اخلاق پر بھی نظر ڈالی جاتی تھی اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ کن کن مشائخ کے حلقہ درس سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ اس لیے اساتذہ کے ذاتی کمالات کے علاوہ ان کے شیوخ کی منزلت سے بھی ان کی منزلت ہوتی تھی۔ اساتذہ کرام کو کم از کم دو ماہ تک حلقہ نہ چھوڑنے کی ممانعت ہوتی ہے۔ [19]

نصاب تعلیم

اسلامی نظام تعلیم میں علوم قرآن، تفسیر، حدیث، اصول، اصول فقہ و کلام اور مناظرہ وغیرہ کی تحصیل مدرسہ کے ہر طالب علم کے لیے لازمی تھی اور طالب علموں کے اسباق میں اسی ترتیب بالا سے انہیں پہلے اور پیچھے جگہ دی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ دیگر

علوم حساب، ہیئت، طب، نجوم اور زراعت وغیرہ کی تحصیل اختیاری قرار دی گئی تھی جس طالب علم کو جس علم سے مناسبت ہوتی ہو اس کی طرف رجوع کرتا تھا۔ تعلیم کے طریقہ میں یہ بات لائق ذکر ہے کہ علوم فنون کی تعلیم میں اساتذہ اصل مطمح نظر اپنے فن کے اصل قواعد اور اصول طالب علموں کو اس طرح ذہن نشین کرادیتے تھے کہ انہیں فن میں حقیقی بصیرت حاصل ہو اور وہ خود ان ے دوسرے مسائل پر قیاس کرسکیں۔ پاکستان کے دینی مدارس میں آج بھی یہی طریقہ تدریس رائج ہے۔

پاکستانی دینی مدارس کا نصاب

ہمارے دینی مدارس کے نصاب پر کسی تبصرہ سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جن علوم وفنون پر اس کا خاکہ مشتمل ہے، ان کی عصری خصوصیات کا ایک مختصر جائزہ پیش کردیا جائے جس سے ان علوم کی صحیح افادیت اور حقیقی اہمیت کا اندازہ ہوسکے۔ دینی مدارس میں تفسیر وحدیث، فقہ واصول اور عربی ادب اہم مضامین کی حیثیت رکھتے ہیں، ان فنون کے رائج نصاب پر مختصر نوٹ ملاحظہ فرمائیے:

فن تفسیر

قرآن مجید اصل الاصول اور امت مسلمہ کا دستور العمل ہے اور ہر زمان ومکان میں یہ شمع ربانی دائمی نصاب ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کے ترجمہ وتفسیر کی تعلیم پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے، چند سال نصاب کے ذریعہ مکمل قرآن مجید ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ طلبہ کو پڑھایا جانا چاہیے تاکہ وہ قرآن فہمی کی عظیم نعمت سے بہرہ ور ہوجائیں۔ اکثر مدارس میں تفسیر جلالین اور بیضاوی پڑھائی جاتی ہے۔ یہ تفسیری کتابیں بہت ہی مختصر معلومات فراہم کرتی ہیں اس طرح طلبہ میں علوم القرآن اور تفسیر کا علم ناقص ہوتا ہے۔ میرے خیال میں دینی مدارس کے موجودہ تفسیری نصاب کو بدل کر اس کی جگہ ایسی جامع تفسیر کی کتاب داخل نصاب کی جائے جو آسان اسلوب کے ساتھ ساتھ جامع معلومات پر مشتمل ہو اور اسی ایک کتاب کو چند سالوں میں مکمل طریقہ پر پڑھایا جائے۔

فن حدیث

احادیث نبویہ شریعت اسلامیہ کی دوسری اصل عظیم ہے، اس کی تعلیم بعض مدارس میں منتخب ابواب تک محدود ہے اور بعض مدرسوں میں اس کے دورے کیے جاتے ہیں جبکہ بعض جگہوں پر ہر سال حدیث کی ایک معرکۃ الآراء کتاب اطمینان کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے تاکہ طلبہ بہ سہولت احادیث کا فقہ وفہم حاصل کرسکیں اگر عربی درجات میں مشکوٰۃ المصابیح اور صحاح ستہ کی ایک ایک کتاب ہر سال داخل نصاب ہوجائے تو طلبہ کی استعداد میں اضافہ اور تفقہ فی الحدیث کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

فقہ واصول

فقہ واصول کا ایک جامع نصاب مدارس عربیہ میں موجود ہے لیکن نصاب کی تمام فقہی کتابیں کسی خاص نقطہ نظر کی ترجمان ہیں۔ اگر ان کی جگہ کوئی فقہ مقارن جو ائمہ اربعہ ودیگر ائمہ کے مسلکوں کی وضاحت دلیلوں کے ساتھ کرتی ہو پڑھائی جائے تو ان شاء اللہ اس سے فقہی ومسلکی جمود ٹوٹے گا اور طلبہ میں استنباط واجتہاد کی صلاحیت پیدا ہوگی۔[20]

عربی ادب

عربی ادب اور اس سے متعلقہ فنون مثلاً نحو وصرف اور علم بلاغیت وغیرہ بھی بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ تقریباً مدارس کے تمام تعلیمی سالوں میں نظم ونثر کا مجموعہ پڑھایا جاتا ہے لیکن قواعد کی تعلیم اونچے درجوں میں دی جاتی ہے جس کے سبب طلبہ کے ادبی صلاحیت آگے چل کر کمزور ہو جاتی ہے لہٰذا درجہ علیا میں بھی قواعد کی تعلیم کا بندوبست کیا جانا چاہیے۔ عربی ادب کی نصابی کتابوں کا بھی جائزہ لیا جانا چاہیے۔ لہٰذا زبان وادب کو اسلامی واخلاقی اقدار کا ترجمان ہونا چاہیے۔

منطق وفلسفہ

دینی مدارس کے نصاب میں منطق وفلسفہ بھی داخل ہیں، لیکن سولہویں صدی عیسوی کے بعد سے جب علم وحکمت کا وہ چراغ جو علمائے اسلامی نے روشن کیا تھا ان کے ہاتھ سے نکل کر مغرب کے غیر مسلم علماء اور دانشوروں کے قبضے میں چلا گیا، منطق اور فلسفے نے جو ترقیاں کی ہیں ہمارے دینی مدارسک ے فارغ التحصیل ان سے نابلد ہیں۔ ضرورت ہے کہ مدرسے کے نصاب میں ان سے استفادہ کی گنجائش پیدا کی جائے۔ شاید دینی مدارس کے نصاب میں یہ ترجیحات ہمارے علماء کے لیے عصری تقاضوں سے آنکھ چرانے کے بجائے آنکھ ملا کر ان سے فکر لینے کی گم کردہ صلاحیتوں کو بازیافت اور احیاء کا وسیلہ بن سکیں۔

عصری علوم

دینی مدارس کے علماء کو ان علوم حاضرہ سے بھی ایک حد تک بہرہ مند ہونا لازمی ہے جو ان مسائل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ یہ علوم علم ودانش کے اس مجموعی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں جسے سوشل سائنس یا سماجی علم کہا جاتا ہے۔ سوشل سائنس کے زمرے میں داخل اصناف، عمرانیات، ثقافتی انسانیت، تصنیفات بالخصوص، سماجی نفسیات، اقتصادیات، علم السیاست وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان علوم کے نظریات اور ان سے وابستہ مطالبات اور تقاضے، اغراض ومقاصد، رویئے، معاملات اور مسائل کی فہم وادراک میں نہایت سود مند اور معاون ہیں۔ دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء دوران تعلیم ان علوم سے قطعاً نا آشنا رکھے جائیں۔ مدرسے کے نصاب میں عالم کی سطح پر سوشل اسٹڈیز مطالعہ سماجی کو داخل کیا جاسکتا ہے۔[21]

پاکستانی دینی مدارس میں تدریسی مراحل اور درجات

پاکستانی دینی مدارس کا تعلیمی نظام ایک منظم اور مربوط طریقے سے مختلف درجات اور مراحل پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان مدارس کا بنیادی مقصد قرآن وحدیث، فقہ، اصول، عربی زبان اور اسلامی علوم کی تدریس کرنا ہے۔ ان مدارس میں اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں کو جامع انداز میں پڑھایا جاتا ہے اور یہ مراحل اور درجات درج ذیل ہیں۔

ابتدائی تعلیم:(ناظرہ اور حفظ)

پاکستانی دینی مدارس میں ابتدائی تعلیم کو ناظرہ اور حفظ کے مراحل پر مشتمل ایک اہم بنیاد سمجھا جاتا ہے یہ تعلیم چھوٹے بچوں کو دین کی ابتدائی تفہیم فراہم کرنے کے لیے ترتیب دی جاتی ہے۔ اس میں بچوں کو قرآن کریم، اسلامی آداب اور بنیادی دینی علوم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

- **ناظرہ قرآن کریم:**

ناظرہ تعلیم قرآن کریم کو درست تلفظ اور تجوید کے ساتھ پڑھنے کی مہارت پر مرکوز ہوتی ہے۔

- **نورانی قاعدہ یا قاعدہ بغدادی:**

یہ قرآن پڑھنے کے لیے پہلا مرحلہ ہے، جس میں بچوں کو عربی حروف کی پہچان، ان کے مخارج اور جوڑنے کے اصول سکھائے جاتے ہیں۔

- **تلفظ اور تجوید:**

قرآن کے ہر حروف کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کی تربیت دی جاتی ہے جس میں مخارج کی درستگی اور تجوید کے قواعد شامل ہیں۔

- **ابتدائی سورتوں کی تعلیم:**

چھوٹی سورتوں جیسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاخلاص، سورۃ الناس اور سورۃ الفلق یاد کروائی جاتی ہیں۔

عالمیہ (درس نظامی):

عالمیہ درس نظامی دینی مدارس میں اعلیٰ درجے کی اسلامی تعلیم کا مکمل کورس ہے، جیسے عموماً عالم کورس بھی کہا جاتا ہے یہ کورس اسلامی علوم میں گہرائی اور مہارت فراہم کرتا ہے اور طلبہ کو عالم دین کے طور پر تیار کرتا ہے۔ عالمیہ کورس عام طور پر 8 سال (بعض اوقات 6 یا 9 سال) پر مشتمل ہوتا ہے اور اس میں قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، عربی زبان اور دیگر علوم شامل ہیں۔

تخصص (اختیاری)

عالمیہ کے بعد مختلف شعبوں میں تخصص (اسپیشلائزیشن) کرسکتے ہیں۔

1. تخصص فی الفقہ (فقہ کی مہارت) فتویٰ نویسی اور اجتہادی مسائل
2. تخصص فی الحدیث (حدیث میں مہارت) احادیث کی تخریج اور تحقیق
3. تخصص فی التفسیر (تفسیر میں مہارت) قرآن کی تفسیر اور اس کے مختلف مکاتب فکر
4. تخصص فی الدعوۃ تبلیغی اور دعوتی مہارت

افتاء

افتاء دینی مدارس میں ایک اہم تخصص شعبہ ہے جس میں طلبہ کو اسلامی فقہ کے اصولوں اور شرعی مسائل کا تفصیلی علم دیا جاتا ہے۔ اس تخصص کا مقصد علماء کو ایسا ماہر بنانا جو فتویٰ دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور امت مسلمہ کے شرعی مسائل کا حل فراہم کرسکیں۔ افتاء کا کام بڑی ذمہ داری اور باریک بینی کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ یہ اسلامی شریعت کی روشنی میں روزمرہ زندگی کے مسائل کا شرعی جواب فراہم کرتا ہے۔

افتاء کی تعریف

فتویٰ عربی زبان میں "افتی" سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے "مسئلے کا جواب دینا" فتویٰ کا مطلب ہے قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کی روشنی میں شرعی حکم بنانا ہے۔

افتاء کا نصاب

افتاء کے کورس میں طلبہ کو مختلف موضوعات پر جامع تعلیم دی جاتی ہے تاکہ وہ فتویٰ دینے کے قابل ہو سکیں، نصاب عام طور پر درج ذیل ہوتا ہے۔

قرآن و حدیث کی تعلیم

- قرآن مجید کے نصوص اور احکامی آیات کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔
- حدیث کے مصادر سے شرعی احکام کا استنباط کیا جاتا ہے۔

اصول فقہ

اصول فقہ کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔

کتابیں:

- نور الانوار
- اصول الشاشی
- الرسالۃ (امام شافعی)

فقہ اسلامی

فقہ کی مشہور کتب کا مطالعہ

- فتح القدیر
- البحر الرائق
- رد المختار
- ہدایہ

جدید مسائل

- جدید معاشرتی، اقتصادی اور سائنسی مسائل پر شرعی نقطہ نظر پیش کرنا۔
- سود، بینکاری، انشورنس اور دیگر جدید موضوعات کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

افتاء کا طریقہ تدریس

- افتاء کے طلبہ کو عملی اور نظریاتی دونوں طریقوں سے تربیت دی جاتی ہے۔

- طلبہ کو اصول فقہ اور اصول فتویٰ کے بارے میں مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔
- مختلف فقہی کتب کا تفصیلی مطالعہ کروایا جاتا ہے۔
- طلبہ کو فرضی مسائل پر فتویٰ لکھنے کی مشق کروائی جاتی ہے۔
- اساتذہ کے لکھے ہوئے فتاویٰ کا مطالعہ اور ان پر تبصرہ کروایا جاتا ہے۔

دینی مدارس کے اہم شعبہ جات

شعبہ علوم جدید

- کچھ جدید دینی مدارس میں عصری تعلیم اور اصلاحی تعلیم کا امتزاج بھی دیا جاتا ہے۔
- دینی تعلیم کے ساتھ جدید علوم (سائنس، ٹیکنالوجی اور سوشل سائنسز) کی تعلیم دی جاتی ہے۔
- عصری تعلیم میں انگریزی، ریاضی، سائنس، کمپیوٹر کی تعلیم دی جاتی ہے۔

دینی مدارس کے نصاب کا ابن خلدون کے نظریہ تعلیم سے تقابل ابن خلدون کا نظریہ تعلیم اور دینی مدارس کے نصاب کا تقابل ایک اہم علمی موضوع ہے کیونکہ دونوں کا مقصد تعلیم و تربیت اور معاشرتی تشکیل ہے لیکن ان کے طریق کار اور نظریاتی بنیادوں میں کچھ مشابہتیں اور اختلاف موجود ہے اور یہ نکات درج ذیل موجود ہیں۔

تقابل

ابن خلدون کا نظریہ وسیع ہے اور دنیاوی و دینی علوم کا توازن چاہتا ہے جبکہ دینی مدارس کا نصاب زیندہ تر دینی علوم تک محدود رہتا ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک عقلی علوم و نقلی علوم کی تکمیل کرتے ہیں لیکن مدارس میں نقلی علوم کو عقلی علوم پر فوقیت حاصل ہے۔

تدریسی طریقہ کار

ابن خلدون تدریس میں تدریج (Gradual Learning) اور عملی تجربے کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ ان کے مطابق سختی سے گریز کرنا چاہیے اور تعلیم کا عمل طالب علم کی ذہنی سطح کے مطابق ہونا چاہیے۔ ابن خلدون نے تدریس میں تدریج اور تفہیم (Understanding) پر زور دیا۔ ان کے نزدیک طلبہ کو آسان سے مشکل کی طرف لے جانا چاہیے اور رٹنے کے بجائے سمجھنے کو اہم سمجھتے ہیں۔

دینی مدارس

مدارس میں تدریس کا نظام زیادہ تر حفظ اور تقلید پر مبنی ہے۔ طلبہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ نصوص کو یاد کریں اور پہلے سے موجود تشریحات پر عمل کریں اجتہاد اور تحقیق کی گنجائش محدود ہوتی ہے۔ مدارس میں تدریس زیادہ تر یاداشت (Rote Learning) پر مبنی ہوتی ہے۔ جیسے قرآن حفظ کرنا یا فقہی مسائل یاد کرنا عملی تربیت کا عنصر کم ہوتا ہے اور تدریس عمل میں اکثر سختی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔

تقابل

ابن خلدون نرم رویے اور عملی تجربے کی حمایت کرتے ہیں جن کے مدارس میں حفظ اور سختی کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔ ابن خلدون کے نظریے میں تدریس کا انفرادی پہلو نمایاں ہے جبکہ مدارس میں عمومی تدریس پر زور دیا جاتا ہے۔

اساتذہ کی خصوصیات

ابن خلدون کے نزدیک ایک اچھا استاد وہ ہے جو علم میں ماہر ہو، صبر و تحمل سے کام لے اور طلبہ کی فطری صلاحیتوں کو سمجھ کر ان کی رہنمائی کرے۔ ابن خلدون استاد کو تعلیم کا بنیادی ستون قرار دیتے ہیں اور ان کے کردار کو مثالی ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ استاد کو طلبہ کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور استاد طلبہ کو حصول علم کی ترغیب دے اور طالب علم میں سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو۔

دینی مدارس

مدارس کے اساتذہ دینی علوم میں ماہر ہوتے ہیں لیکن اکثر جدید تدریسی تربیت یا طلبہ کی نفسیات کا علم نہیں رکھتے۔ دینی مدارس کے اساتذہ جدید دنیاوی علوم جیسے سائنسی ترقی، ٹیکنالوجی اور سماجی علوم کو بہتر طریقے سے آگاہ نہیں ہوتے اور نہ طلبہ کو بہتر طریقے سے رہنمائی کر سکتے ہیں۔

تقابل

- ابن خلدون کے نظریے میں تدریسی تربیت کو اہمیت دی گئی ہے جو مدارس کے نظام میں عموماً نظر انداز ہوتی ہے۔
- استاد کو جدید اور مؤثر تدریسی طریقوں سے واقف ہونا چاہیے۔
- استاد کا رویہ نرم، ہمدرد اور طلبہ کے لیے رہنما ہونا چاہیے۔

نصاب کی جامعیت

ابن خلدون نصاب میں جامعیت اور توازن کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک نصاب میں دینی و دنیاوی دونوں علوم شامل ہونے چاہئیں تاکہ فرد کی مکمل تربیت ہو سکے۔ ابن خلدون نے نصاب میں جامعیت کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ ان کے مطابق طلبہ کو مختلف علوم (دینی، فلسفیانہ، سائنسی) کا علم دینا ضروری ہے تاکہ ان کی ذہنی تربیت مکمل ہو اور وہ دنیاوی اور دینی زندگی میں توازن قائم کر سکیں۔

دینی مدارس

مدارس کا نصاب دینی علوم پر مشتمل ہوتا ہے اور جدید دنیاوی علوم جیسے سائنس، ریاضی اور سماجی علوم کی شمولیت محدود یا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ دینی مدارس میں زیادہ تر توجہ دینی علوم پر مرکوز ہوتی ہے، سائنس، فلسفہ اور دنیاوی علوم کو شامل نہیں کیا جاتا۔ یہ نصاب طلبہ کو صرف دینی معاملات میں ماہر بناتا ہے لیکن دنیاوی زندگی کے دیگر پہلوؤں میں کمزور چھوڑ دیتا ہے۔

تقابل

- ابن خلدون جامع نصاب کے حامی ہیں جبکہ مدارس کا نصاب یک رخا ہے۔
- ابن خلدون کے مطابق دنیاوی علوم کو نظر انداز کرنا فرد اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔[22]

معاشرتی اور اقتصادی پہلو

ابن خلدون تعلیم کو معاشرتی اور اقتصادی ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تعلیم فرد کو معاشرتی اور اقتصادی نظام میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل بناتی ہے۔

دینی مدارس

مدارس کا نصاب زیادہ تر مذہبی تعلیمات تک محدود ہوتا ہے اور اس کا مقصد طلبہ کو دینی خدمات کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے۔ اقتصادی ترقی پر زیادہ زور نہیں دیا جاتا۔

تقابل

- ابن خلدون تعلیم کو ایک معاشرتی اور اقتصادی ضرورت سمجھتے ہیں جبکہ مدارس میں یہ پہلو کمزور ہے۔
- دینی مدارس میں معاشرتی اور اقتصادی تعلیم کو بہت محدود رکھا جاتا ہے۔

عملی مہارتیں اور پیشہ وارانہ تعلیم

ابن خلدون نے عملی علوم جیسے زراعت، تجارت، دستکاری اور انجینئرنگ کو بھی نصاب کا حصہ بنانے پر زور دیا تاکہ طلبہ کو زندگی کی عملی مہارتیں حاصل کر سکیں اور معاشی طور پر خود کفیل ہوں۔ ابن خلدون نے زور دیا کہ تعلیم میں صرف کتابی علم پر زور دینا طلباء کو عملی زندگی کے لیے تیار نہیں کرتا۔ ان کے مطابق تعلیم کو عملی زندگی کے مسائل سے جوڑنا ضروری ہے تاکہ افراد نہ صرف معاشرے کے مفید رکن بنیں بلکہ معاشی طور پر بھی خود کفیل ہوں۔

دینی مدارس

مدارس میں عمومی طور پر عملی یا پیشہ وارانہ تعلیم شامل نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے مدارس کے طلبہ محدود پیشہ وارانہ مواقع رکھتے ہیں اور اکثر صرف دینی خدمات تک محدود رہتے ہیں۔ دینی مدارس کا نصاب نظریاتی تعلیم پر زور دیتا ہے جبکہ عملی مہارتوں اور پیشہ وارانہ تعلیم کا فقدان نظر آتا ہے اور ان کی تعلیم عملی زندگی کے دیگر پہلوؤں کو مکمل طور احاطہ نہیں کرتی۔

تقابل

- ابن خلدون نے تعلیم کو مقامی ضروریات اور سماجی حالات کے مطابق ڈھالنے پر زور دیا۔
- ابن خلدون نے تجویز دی کہ تعلیم کا ایک اہم مقصد فرد کو معاشی طور پر خود مختار بنانا ہے۔
- دینی مدارس میں نصاب میں متوازن تبدیلی کی ضرورت ہے جن میں مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم اور جدید ہنر بھی شامل ہوں۔[23]

ابن خلدون کے نظریہ تعلیم کی بنیاد پر بہتری کے پہلو

ابن خلدون نے تعلیم اور تربیت پر گہرے نظریاتی تصورات پیش کیے۔ ان کے نظریہ تعلیم کی بنیاد پر موجودہ تعلیم نظام میں بہتری کے کئی پہلو تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ ابن خلدون کے نظریات کی روشنی میں ان پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

تعلیم میں تدریجیت: (Gradualism in learning)

ابن خلدون کے مطابق تعلیم ایک تدریجی عمل ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ علم کو آسان سے مشکل کی طرف بڑھایا جائے تاکہ طالب علم کے ذہنی استعداد کے مطابق تعلیم کا عمل ہو۔ پہلے ایک سبق کو پورا کیا جائے پھر دوسرے کی طرف آنا چاہئے اور جو پڑھایا جائے وہ آسان کرکے پڑھایا جائے تاکہ طلبہ کو وہ چیز سمجھ بھی آسکے اور ان کو پڑھنے میں بھی مزہ آئے اور تعلیم حاصل کرنے میں دلچسپی کا مظاہرہ کریں۔

بہتری کے پہلو

- تعلیمی نصاب کو منطقی ترتیب میں ڈیزائن کیا جائے۔
- طلبہ کے ذہنی سطح کو مد نظر رکھتے ہوئے تدریسی مواد فراہم کیا جائے۔
- عملی سرگرمیوں کے ذریعے موضوعات کو آسان بنایا جائے۔

فطری رجحان اور دلچسپی

ابن خلدون نے کہا کہ تعلیم کا مقصد طلبہ کے فطری رجحانات اور دلچسپی کو ابھارنا ہونا چاہیے زبردستی مسلط کی گئی تعلیم علم کے حقیقی فوائد فراہم نہیں کرتی۔ تعلیم میں طلبہ پر زبردستی نہ کی جائے، ان کا خیال تھا کہ تعلیم کو ان رجحانات کے مطابق ڈھالنا چاہیے تاکہ طالب علم اپنے فطری میلانات کے مطابق علم حاصل کرسکیں۔ اگر تعلیم ان کے رجحان کے مطابق ہوگی تو وہ اس میں دلچسپی کا مظاہرہ کریں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔

بہتری کے پہلو

- طالب علم کے شوق اور دلچسپی کے مطابق مضامین اور موضوعات کی فراہمی کی جائے۔
- تخلیقی سرگرمیوں اور تحقیقی منصوبوں کو نصاب میں شامل کیا جائے۔
- طلبہ کو اپنی پسند کے شعبے میں ترقی کے مواقع دیئے جائیں۔
- تعلیمی نظام کو اس طرح ترتیب دینا کہ طلبہ کی انفرادی دلچسپیوں اور رجحانات کا احترام کیا جائے۔
- کیریئر کونسلنگ اور مہارت کی نشاندہی کے پروگرامز کا نفاذ کیا جائے۔

عملی تجربہ: (Practical Experience)

ابن خلدون کا ماننا تھا کہ علم صرف نظری نہیں ہونا چاہیے بلکہ عملی تجربہ بھی شامل ہونا چاہیے تاکہ طالب علم زندگی کے مسائل کا سامنا کرسکے۔ عملی تجربات کو علم کا اہم حصہ قرار دیا۔ ان کے نزدیک صرف نظریاتی علم کافی نہیں بلکہ عملی تجربے

کے ذریعے طلبہ کو تعلیم دی جانی چاہیے۔ جب طلبہ کو تعلیم عملی تجربے کے مطابق دی جائے گی تو وہ اپنے مسائل کو حل کر سکیں۔

بہتری کے پہلو

- عملی تربیت اور انٹرن شپ پروگرامز کا اضافہ کیا جائے۔
- تجرباتی لیبارٹریز، ورکشاپس کا اضافہ کیا جائے۔
- تھیوری اور پریکٹیکل کا ایک ساتھ چلانے کا نظام بنایا جائے۔[24]

استاد کا کردار

ابن خلدون کے نزدیک استاد کا کردار انتہائی اہم ہے۔ انہوں نے کہا کہ استاد کو نرم مزاج اور صبر کرنے والا ہونا چاہیے تاکہ طلبہ خوف کے بجائے محبت سے سیکھیں۔ طلبہ پر حد سے زیادہ سے زیادہ سختی تخلیقی صلاحیتوں کو دبا سکتی ہے جبکہ حد سے زیادہ نرمی ان کی توجہ اور دلچسپی کو کم کر سکتی ہے۔ استاد کو ایسا رویہ اپنانا چاہیے جو طلبہ کو علم حصول کی ترغیب دے اور ان میں سیکھنے کا جذبہ پیدا کرے۔

ادارے کی اہمیت

ابن خلدون نے تعلیمی اداروں کے منظم ہونے پر زور دیا اور کہا کہ ماحول کا تعلیم پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ ادارے تعلیمی نظام کی تشکیل، بہتری اور پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

بہتری کے پہلو

- تعلیمی اداروں میں مثبت اور دوستانہ ماحول فراہم کیا جائے۔
- جدید وسائل اور ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جائے۔
- طلبہ کی ہمہ جہتی ترقی کے لیے سہولیات فراہم کی جائیں۔

تعلیمی نظام کی پائیداری

ابن خلدون نے علم کے فروغ کو سماجی ترقی کے لیے لازمی قرار دیا اور کہا کہ تعلیم کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جانا چاہیے۔ تعلیم ایسی ہو جو کہ دیرپا تک ہو۔ علم کی بنیاد طویل مدتی اثرات پر زور دیا اور کہا کہ تعلیم کو صرف وقتی فوائد کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔

تعلیم کا عملی اور معاشرتی پہلو

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کا مقصد معاشرتی ترقی اور فلاح و بہبود تھا۔ انہوں نے تعلیم کو سماجی ترقی کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا۔

تعلیمی اشتراک اور تبادلہ خیال

ابن خلدون کے مطابق تعلیم کا عمل صرف اساتذہ اور طلبہ کے درمیان نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے ایک اجتماعی عمل بنایا جائے۔ تعلیم کا یہ عمل دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی ہونا چاہیے جو وہ لوگ جانتے ہوں گے، وہ اپنے خیالات کو پیش کریں گے۔ اس سے ایک دوسرے کے خیالات کا تبادلہ ہو گا اور تعلیم میں اضافہ کا سبب بنے گا۔

تعلیم کی اخلاقی اور روحانی جہت

ابن خلدون نے تعلیم میں اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو بھی اہمیت دی ہے، ان کے نزدیک طالب علم کا اخلاق ایسا ہونا چاہیے کہ وہ معاشرے کی بھی اصلاح کر سکے۔ صرف علم نظریاتی بنیاد پر نہ ہو بلکہ علم کو اخلاقی اور روحانی اقتدار کو بھی اپناتا ہو جس سے معاشرے کے لوگوں کو استفادہ حاصل ہو۔

تعلیم میں اقتصادی خود کفالت

- ابن خلدون کے مطابق علم کا مقصد انسانی زندگی میں معاشی استحکام پیدا کرنا ہے۔
- ابن خلدون کے مطابق تعلیم طلبہ کو صرف علم دینے تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ انہیں کام دینے تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ انہیں کام کی اہمیت، محنت کی اخلاقیات اور پیشہ وارانہ مہارتوں سے آراستہ کرنا بھی ضروری ہے تاکہ وہ سماجی اور اقتصادی خود کفالت حاصل کر سکیں۔
- ابن خلدون کے مطابق طلبہ کو کاروباری ذہن سازی کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ خود کاروبار شروع کر کے معیشت میں فعال کردار ادا کر سکیں۔

تعلیم میں جسمانی سزا کی مذمت

- ابن خلدون نے جسمانی سزا کو تعلیم کے عمل میں مضر قرار دیا اور کہا کہ یہ طالب علم کی تخلیقی صلاحیتوں اور اعتماد کو کم کرتی ہے۔
- ابن خلدون کا کہنا تھا کہ جسمانی سزا سے طلبہ میں غصہ، نفرت اور بغاوت پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ رویے نہ صرف ان کے کردار کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ معاشرے میں بھی منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔
- سزا کے نتیجے میں طلبہ خوفزدہ ہو کر سوالات کرنے یا اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے سے گھبراتے ہیں جس سے ان کے سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔

حکومت کی ذمہ داری

- ابن خلدون نے تعلیم کو ریاست کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا تاکہ معاشرے کے ہر فرد کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ملے۔
- حکومت کو تعلیمی نظام کے لیے مناسب مالی وسائل مختص کرنے چاہئیں تاکہ ہر طبقے کو معیاری تعلیم تک رسائی حاصل ہو۔

- حکومت کو اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تعلیم ہر شہری کے لیے مساوی طور پر دستیاب ہو۔ دیہی اور پسماندہ علاقوں میں معیاری تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں تاکہ وہاں کے طلبہ بھی بہتر تعلیمی مواقع سے فائدہ اٹھا سکیں۔

تعلیم اور ثقافت کا رشتہ

ابن خلدون نے زور دیا کہ تعلیم کسی بھی عاشرے کی ثقافت اور تہذیب کا عکس ہوتی ہے۔

- ابن خلدون کا نظریہ تھا کہ تعلیم کو معاشرے کی ثقافت اور روایات کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے تاکہ طلبہ اپنی تہذیب اور شناخت کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔
- ابن خلدون زبان کو ثقافت کا اہم حصہ قرار دیتے ہیں، ان کے مطابق تعلیم کو مقامی زبان میں فراہم کیا جائے تاکہ طلبہ اپنی ثقافت کو گہرائی سے سمجھ سکیں۔

تاریخ سے سبق حاصل کرنا

ابن خلدون نے تعلیم میں تاریخ کی اہمیت کو اجاگر کیا اور کہا کہ ماضی کو سمجھنا حال کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہے۔

- ابن خلدون کے مطابق تاریخ کو تنقیدی اور تجزیاتی انداز میں پڑھایا جائے تاکہ طلبہ ماضی کی کامیابیوں اور ناکامیوں سے سبق حاصل کر سکیں۔
- طلبہ کو سکھایا جائے کہ ماضی کے تجربات کو کیسے موجودہ مسائل کے حل اور بہتر مستقبل کی تشکیل کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔
- ابن خلدون تحقیق پر مبنی تاریخ کو اہمیت دیتے تھے۔ طلبہ کو تحقیق کے ذریعے تاریخ کا مطالعہ کرنے کی تربیت دی جائے۔[25]

تعلیم ایک ایسا معاشرتی عمل ہے جو نہ صرف انسان کی ذہنی و اخلاقی تربیت کرتا ہے بلکہ مختلف طریقوں سے انسان کو شعور دے کر اُس میں وہ صفات پیدا کرتا ہے جو صرف خود اُس انسان کے لیے بلکہ ملک و قوم اور پورے انسانی معاشرے کے لیے مفید اور کارآمد ہو سکے۔ جہاں ہمارے دیگر مشرقی و مغربی علوم کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہاں بحیثیت مسلمان دینی علوم کا حصول بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ قرآن مجید میں جب وحی کی صورت میں آپ ﷺ پر نازل ہوا تو آغاز ہی لفظ ”اِقرا“ (پڑھ) سے ہوا۔ دینی مدارس کو بھی دَورِ حاضر میں جدید طریقہ ہائے تدریس اختیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا آج کا نوجوان دین و دنیا دونوں حوالوں سے خود کو ہم آہنگ کر سکے۔

خلاصۂ بحث

ابن خلدون کے تعلیمی نظریات کا پاکستانی مدارس کے نظامِ تدریس کا تجزیہ کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ابنِ خلدون تعلیم میں تجدریجیت کے قائل ہیں۔ اُن کے مطابق تعلیم میں فطری دل چسپی پیدا کی جا سکے لہٰذا انصاب کو بہتر بنایا جائے تاکہ دل چسپی کا پہلو بھی ہونا چاہیے۔ تعلیم میں صرف نظریات پر ہی بحث نہ کی جائے بلکہ تعلیم کا عملی پہلو بھی ہونا چاہیے۔ ایک ایسا نظامِ تعلیم

سامنے لایا جائے جو معاشرتی ترقی کا باعث بنے۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ تعلیم نہ صرف معاشی استحکام کا ذریعہ ہو بلکہ فرد کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا باعث بنے۔ جسمانی سزا طالب علم کے اعتماد کو کم کرتی ہے اور تخلیقی صلاحیتوں کو اُبھرنے نہیں دیتی، لہٰذا جسمانی سزا کی مذمت کی جانی چاہیے۔ ابن خلدون کے مطابق ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ایسا انتظام و انصرام کرے جس سے فرد کو حصولِ تعلیم کا حق ملے، پاکستان کے دینی مدارس کو ابن خلدون کے نظریات سے خاطر خواہ راہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

حوالاجات

1 قاسم محمود، سید، شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اُردو بازار لاہور، ص:۸۰

2 ابن خلدون، علامہ، عبدالرحمٰن (مشمولہ) مقدمہ تاریخ ابن خلدون، نفیس اکیڈمی، کراچی، ص:۲۸۵—۳۶۷

3 القرآن الحکیم، العلق، ۹۶:۱

4 القرآن الحکیم، المجادلہ، ۵۸:۱۱

5 ندوی، سید ریاست علی، اسلامی نظامِ تعلیم، دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ص:۸

6 اصفہانی، امام راغب، المفردات القرآن، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ج:۲، ص:۱۷

7 ندوی، سید ابوالحسن، امام غزالی، دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص:۳۶

8 طاہر القادری، ڈاکٹر، "شاہ احمد رضاخان بریلوی کا علمی نظم"، منہاج القرآن پبلی کیشنز، ص:۲۸

9 شوف، محمد اشرف عاطف، علامہ ابن خلدون کا نظریہ تعلیم، ادارہ رحیمیہ، علوم قرآنیہ، اہور، ص:۸

10 ابن خلدون، علامہ عبدالرحمٰن، (مشمولہ) مقدمہ تاریخ، ابن خلدون، ص:۲۶۶

11 اصفہانی، امام راغب، المفردات القرآن، ص:۳۱۵

12 صدیقی، بختیار حسین، برصغیر پاک وہند کے قدیم عربی مدارس کا نظام تعلیم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ص:۱۵

13 محمد احمد، مفتی، پروفیسر، مسلم معاشرے کا نظام تعلیم، مکتبہ اسلامیہ روڈ، فیصل آباد، ص:۱۱۵

14 فیضی، شیخ محفوظ الرحمٰن، تاریخ مرکزی دار العلوم، مکتبہ الفہیم، ص:۶۵

15 ندوی، عبد الہادی، مولانا، مدارس اسلامیہ، دار الاشاعت، کراچی، ص:۶۹

16 ندوی، محمد یوسف البنوری، دینی مدارس کی ضرورت اور جدید تقاضوں کے مطابق نصاب ونظام تعلیم وتربیت، العلم، کراچی، ص:۱۹

17 خالد، سلیم منصور، دینی مدارس میں تعلیم، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ص:۱۵۰

18 ندوی، عبد الہادی، مولانا، مدارس اسلامیہ، ص:۸۰

19 الزرنوچی، الشیخ برہان الدین، تعلیم المتعلم طریق التعلیم، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص:۲۲—۱۷

20 حقانی، حافظ، ڈاکٹر، دینی مدارس نصاب ونظام تعلیم، فضل سنز، کراچی، ص:۲۹۱

21 شعیب اللہ خان، مفتی، اسلامی مدارس کا نظام، مکتبہ مسیح الامت وبنگلور، ص:۱۲۸

22 ندوی، ریاست علی، مولانا، اسلامی نظام تعلیم، دار المصنفین، اکیڈمی اعظم گڑھ، ص:۹۹

23 خالد رحمان، پاکستان میں دینی تعلیم، اے ڈی، مکین، آئی پی ایس اسلام آباد، ص:۳۱۸

24 عاطف، محمد اشرف، مفتی، علامہ ابن خلدون کا نظریہ تعلیم، ادارہ رحیمیہ، علوم قرآنیہ، لاہور، ص:۸۲

25 ابن خلدون، علامہ عبدالرحمٰن، مشمولہ مقدمہ ابن خلدون، ص:۱۱۷